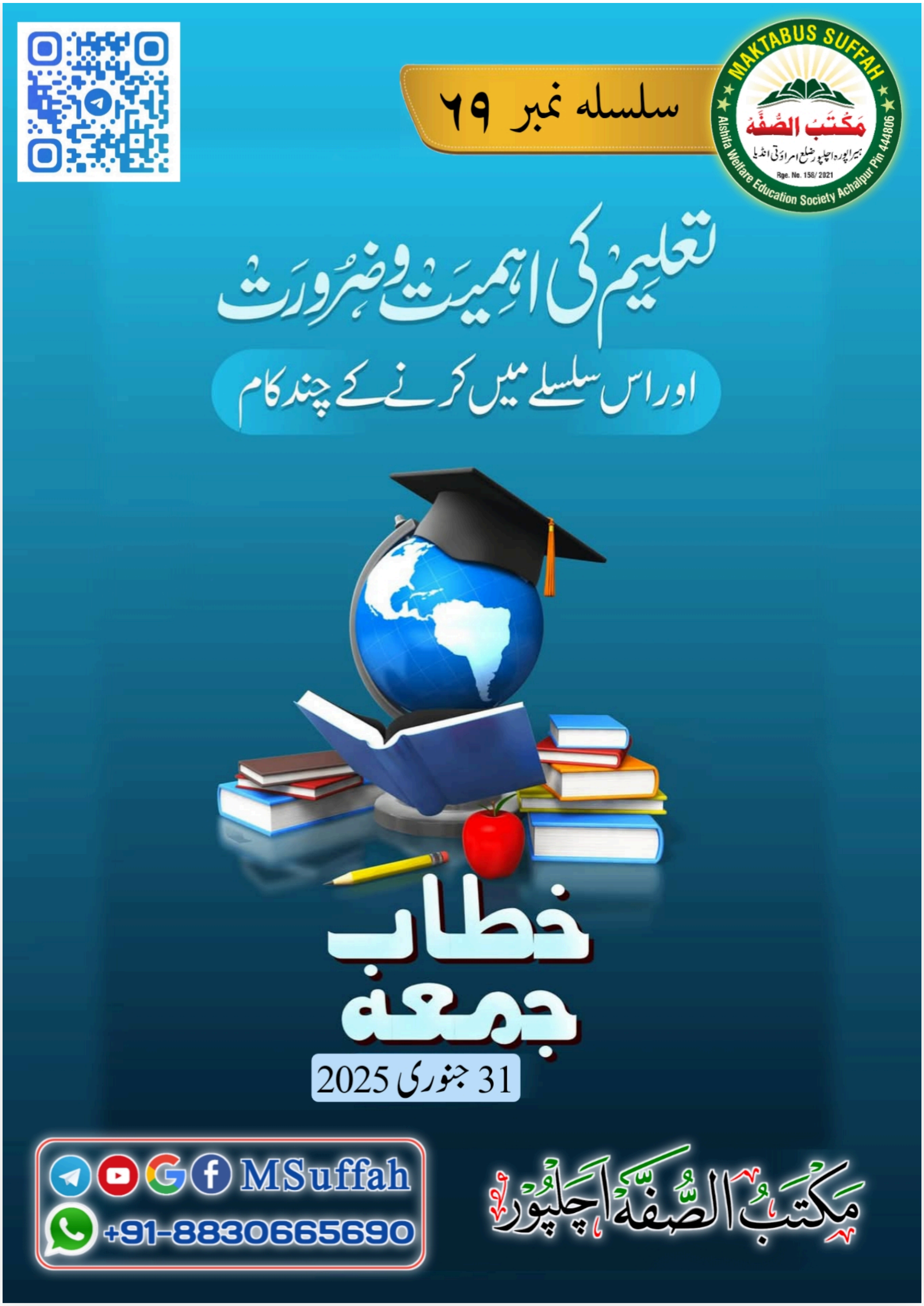

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد !قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ، خَلَقَ الاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَ کْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۔ (علق:

رسول اللہ ﷺ جس وقت دنیا میں تشریف لائے ، یہ دنیا ہر طرح کی برائیوں کی آماجگاہ تھی ، کوئی برائی نہ تھی جو عرب کے سماج میں نہ پائی جاتی ہو ، لوگوں کی جان محفوظ تھی نہ مال اور نہ عزت و آبرو ، بے حیائی کا یہ حال تھا کہ اور مواقع تو کجا ، کعبہ کا طواف بھی بے لباس کرتے تھے ، مرد بھی عورت بھی ، ظلم وجور کی کوئی حد نہ تھی اور سماج کے تمام فیصلے ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے اُصول پر ہوا کرتے تھے ، مذہبی پہلو سے دیکھئے تو بدترین شرک تھا ، جس میں عرب گرفتار تھے اور عرب سے لے کر چین تک پوری مشرقی دنیا علانیہ شرک میں مبتلا تھی ، سلطنتِ روم کا مذہب گو عیسائیت تھا ؛ لیکن یہاں بھی توحید کے پردہ میں شرک ہی کی حکمرانی تھی اور ایک خدا کے بجائے تین افراد پر مشتمل خدا کا کنبہ تشکیل پاچکا تھا اور ان سب کی پرستش کی جاتی تھی ۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے اور جب عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو نبوت کا تاج گہربار سر مبارک پر رکھ دیا گیا ، بہ ظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ ان حالات میں جو پہلی وحی نازل ہوتی ، وہ اصلاحِ عقیدہ کے پہلو سے توحید کے اثبات اور شرک کے رد میں ہوتی ، یا انسانی نقطۂ نظر سے ایسی آیت ہوتی جس میں ظلم وجور سے منع کیا گیا ہو اور انسانی اُخوت و ہمدردی اور محبت و مروت کی طرف دعوت دی گئی ہو ، یا سماجی اصلاح سے متعلق کوئی آیت ہوتی ، جس میں بے شرمی اور بے حیائی سے روکا گیا ہو ۔

آپ ﷺ پر سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی ، اس میں ان میں سے کسی بات کا تذکرہ نہیں ؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۔ (علق : ۱-۵)

اپنے رب کے نام سے پڑھ جو سب کا خالق ہے ، جس نے آدمی کو جمے ہوئے لہو سے بنایا ، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے ، جس نے قلم سے علم سکھایا ، آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا ۔

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تعلیم اور پڑھنے کی طرف متوجہ فرمایا ؛ اس لئے کہ علم کی مثال روشنی کی سی ہے ، اگر کسی تاریک کمرہ میں سانپ بھی ہو ، بچھو بھی اور دوسرے تکلیف دہ کیڑے مکوڑے بھی ، آپ ان سب کو مارنے اور بھگانے کے لئے الگ الگ محنت کریں ، تو وقت بھی زیادہ لگے گا اور شاید کامیابی بھی نہ ہو ؛ لیکن اگر آپ ایک چراغ جلا کر رکھ دیں ، تو خود بخود یہ کیڑے مکوڑے اپنا بسیرا اُٹھالیں گے ؛ کیوں کہ تاریکی ہی ان کی پناہ گاہ ہے ، یہی کیفیت انسانی سماج میں علم کی ہے ، عقیدہ و عمل اور معاشرت و اخلاق کی تمام برائیاں جہالت کا نتیجہ ہیں ، جہالت کی تاریکی ہی میں یہ تمام مفاسد پرورش پاتے ہیں ، تعلیم کی روشنی جتنی پھیلے گی ، یہ بگاڑ بھی خود بہ خود دُور ہوتا جائے گا ، تعلیم کے بغیر سماج کی برائیوں کو دُور کرنے کی مثال جڑوں کے بجائے ٹہنیوں اور پتوں پر پانی دینے کی ہے کہ اس سے وقتی فائدہ تو ہوسکتا ہے ؛ لیکن کسی دیرپا تبدیلی کی اُمید نہیں رکھی جاسکتی ۔

اسی لئے تعلیم کی بڑی اہمیت ہے ، ایسا نہیں ہے کہ اسلام نے صرف مذہبی تعلیم ہی کو اہمیت دی ہو ؛ بلکہ اسلام نے علم کی تقسیم علم نافع اور علم غیر نافع سے کی ہے ، جو علم انسان کو دینی یا دنیوی اعتبار سے نفع پہنچائے اور ان کے مسائل کو حل کرے وہ علم نافع ہے اور جو علم انسانیت کے لئے ہلاکت اور مضرت کا سامان ہو وہ علم غیر نافع ہے ، رسول اللہ ﷺ علم نافع کے لئے دُعاء کیا کرتے تھے اور جو علم نافع نہ ہو ، اس سے پناہ چاہتے تھے ، اس اُصول پر غور فرمایئے تو اکثر عصری علوم و فنون علم نافع کی

فہرست میں آتے ہیں، طب انسانی جسم کے لئے نفع بخش ہے، انجینئرنگ انسانی ضروریات کی تکمیل میں مفید ہے، علم قانون میں انسان کی عزت وآبرو کی حفاظت ہے، ادب وصحافت کے ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام ہوتا ہے، جس پر سماج کی اخلاقی اور وحانی اقدار کا تحفظ موقوف ہے، تجارت اور معاشیات سے متعلق علوم کا مقصد فرد اور سماج کی معاشی ضروریات کو پورا کرنا اور اس کے صرف کے جائز اور مناسب مواقع کی رہنمائی کرنا ہے، جس کے مفید اور نافع ہونے سے کس کو انکار ہوسکتا ہے؟ اسلام نے کبھی علم و تحقیق سے عداوت نہیں رکھی؛ بلکہ لوگوں کو کائنات کی مخفی حقیقتوں میں غور وفکر اور تدبر کی دعوت دی اور حکمت ودانائی کی ہر بات کو مؤمن کی متاعِ گم گشتہ قرار دیا، علم کے اعتراف میں اپنے اور بے گانے کا فرق نہیں کیا،

حضور ﷺ نے اُمیہ بن صلت کے اشعار کی تعریف فرمائی، جو زمانۂ جاہلیت کا شاعر تھا اور علم کی تحصیل میں بھی آپ ﷺ نے کبھی دوست اور دشمن کا فرق نہیں کیا، غزوۂ بدر میں جو لوگ قید ہو کر آئے، ان کے بارے میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ ان میں جو لوگ پڑھے لکھے ہوں، وہ دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں، یہی ان کا فدیۂ رہائی ہوگا، ظاہر ہے کہ وہ دشمن تھے نہ کہ دوست اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ مشرک تھے، علم دین تو ان سے حاصل ہو نہیں سکتا تھا، اگر آپ ان سے تعلیمی فدیہ وصول کرنے کے بجائے مالی فدیہ ہی وصول کرنے پر اصرار کرتے تو معاشی نقطۂ نظر سے اہل مدینہ کے لئے یہ مناسب ہوتا؛ کیوں کہ اس وقت مسلمان سخت غریب اور افلاس کی حالت میں تھے اور فاقہ کشی کے ساتھ گذر بسر عام تھی؛ لیکن آپ ﷺ نے ان حالات میں بھی تعلیم کو ترجیح دی، یہ گویا اس بات کا سبق ہے کہ تعلیم کا حاصل کرنا بہر حال ضروری ہے، چاہے اس کے لئے پیٹ کاٹنا پڑے، یا فاقے برداشت کرنے پڑیں؛ لیکن بچوں کی تعلیم کو کسی قیمت پر نظر انداز نہ کیا جائے۔

آج ہمیں اسی بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم معمولی کھائیں، معمولی کپڑے پہنیں، عیش وعشرت کے دوسرے اسباب سے اپنے آپ کو بچائیں، معاشی تنگی کو گوارا کریں؛ لیکن ہر قیمت پر اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں، ہمارے سماج کا کوئی بچہ ایسا نہ ہو جو تعلیم سے محروم رہے، عام طور پر غریبوں کی مدد اور تعاون کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ وقتی طور پر کچھ پیسے دے دیئے جائیں، کچھ کھانے پینے کی چیز مہیا کر دی جائے، عید کا موقع ہو تو کپڑے دے دیئے جائیں، ہم اسی کو بڑی خدمت سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ خدمت کا زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اس کے لئے روزگار اور معاشی سطح کو مستقل طور پر اونچا اُٹھانے کی تدبیر ہو، جیسے کوئی دوکان لگا دی جائے، کہیں ملازمت دلا دی جائے، اس کی فضیلت زیادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ سے ایسی تدابیر کا اختیار کرنا ثابت ہے، ایسی ہی تدابیر میں ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اگر خود اپنے بچہ کو پڑھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، تو اس کے بچوں کو تعلیم دلا دی جائے، یہ صدقۂ جاریہ ہوگا اور اس بچہ کے ذریعہ خود اس کی، اس کے والدین کی اور خاندان وسماج کی جو کچھ خدمت ہوگی، یہ اس کے اجر میں شریک ہوگا، یہ انسانی خدمت کا سب سے اہم اور مفید طریقہ ہے، اگر کسی شخص کے دو بچے ہوں تو اس کو خیال کرنا چاہئے کہ گویا اس کے تین بچے ہیں اور وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ اپنی قوم کے ایک اور بچہ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری قبول کرلے، یقیناً یہ بہت بڑی خدمت ہوگی اور اس طرح سماج کی بہت سی مشکلات حل ہوسکیں گی جب تک پورا سماج نہ بڑھے اور پوری قوم ترقی نہ کرے، یقیناً ہماری ترقی اَدھوری اور ناتمام ہوگی۔

ہمارے ملک میں عموماً ماہ جون میں سرکاری وغیر سرکاری عصری تعلیمی اداروں میں داخلے اور تعلیم کا آغاز ہوجاتا ہے۔ موجودہ

دور میں الحادی وارتدادی قوتوں نے اسکولوں اور کالجوں کو ایمان واسلام سے دور کرنے کی سازش کا حصہ بنا رکھا ہے، عصری تعلیم وقت کی ضرورت ہے، اگر یوں کہا جائے کہ ناگزیر ہے تو کسی طور غلط نہ ہوگا، اکیسویں صدی کے بدلتے ہوئے حالات میں عصری تعلیم سے محرومی جہالت کے زمرہ میں ہی تصور کی جائے گی؛ لیکن اگر یہ تعلیم دین وایمان کے سودے کے ساتھ ہو تو ہمارے لیے بہت بڑی بد نصیبی ہوگی جس کی بھرپائی کا ہمارے پاس کوئی موقع میسر نہ ہوگا؛ کیونکہ جب سادہ دلوں اور کورے اذہان پر ایمانیات اور وحدانیت سے بیزاری کی لکیریں کھینچ دی جاتی ہیں تو اس کو محو کرپانا بے حد مشکل مرحلہ ہوتا ہے؛ اس لیے بہت ہی محتاط قدم اور پوری تحقیق کیساتھ اسکول یا کالج کا انتخاب کریں، اس سلسلے میں تھوڑی سی بھی غفلت یا بے اعتنائی سے بچتے ہوئے اپنے بچوں کو ضرور اسکول یا کالج میں داخل کروائیں۔ الحمد للہ ہمارے ملک اب ایسے ادارے عام ہو چکے ہیں جہاں جونیئر کے جی (Jr. KG) سے ہائیر سکنڈری (Higher Secondary) تک کی تعلیم ایمان وعقائد کی حفاظت اور اسلامی ماحول کیساتھ دی جاتی ہے۔ لہذا کوشش کریں کہ اپنے بچوں کی ہائیر سکنڈری تک کی تعلیم ایسے ہی کسی ادارے میں مکمل ہو۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان بچوں کی ایک اچھی خاصی تعداد پرائمری کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیتی ہے، بہت سے طلبہ ہائی اسکول کی سطح پر تعلیم ترک کر دیتے ہیں اور اعلیٰ فنی تعلیم میں تو ہمارے بہت ہی کم بچے پہنچ پاتے ہیں، یہ نہایت افسوس ناک بات ہے، ترکِ تعلیم کی وجہ کبھی معاشی ہوتی ہے، کبھی طالب علم کی پست ہمتی یا پھر بہت سے گھروں میں والدین کی جہالت اور سرپرستوں کی ناواقفیت۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملت کی فکر رکھنے والے پڑھے لکھے رضا کار حضرات اور سماجی کارکن آگے آئیں اور ایک کمیٹی بنائیں، جو سلسلۂ تعلیم منقطع کرنے والے بچوں اور ان کے سرپرستوں کے حالات کا جائزہ لیں، اگر طالب علم پست ہمتی کا شکار ہو رہا ہے تو اس کے لئے کچھ کوچنگ کا انتظام کریں اور ان کی ہمت بڑھائیں، اگر سرپرستوں کی غفلت اور ناسمجھی ہو تو ان کا شعور بیدار کریں اور جو مواقع گورنمنٹ کی طرف سے حاصل ہیں، ان کو ان سے استفادہ کی راہیں بتائیں اور جو بچے معاشی پسماندگی کی وجہ سے تعلیم سے محروم ہو رہے ہوں، ان کی تعلیمی وسائل میں مدد کریں اور اہل خیر کو اس جانب متوجہ کریں، کسی کو کتابوں کی ضرورت ہو تو کتاب دلا دیں، کسی کو اسکولوں کی داخلہ فیس کا مسئلہ ہو تو اس میں تعاون کر دیں یا سرکاری اسکیموں سے استفادے کے سلسلے میں رہنمائی کر دیں۔ اس طرح ہم تھوڑی سی کوشش اور فکرمندی کے ذریعہ بہت سے طلبہ کے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ سکنڈری یا ہائیر سکنڈری تک تعلیم حاصل کر لینے کے بعد طلباء اور سرپرستوں کے سامنے ایک اہم مسئلہ اعلی فنی تعلیم کی راہ کے انتخاب کا ہوتا ہے، اکثر طلباء اور سرپرست اخیر وقت تک اس الجھن میں رہتے ہیں کہ کونسے شعبے میں داخلہ لیا جائے، اس لئے کمیٹی کے حضرات اپنے علاقے میں کریئر گائڈنس کے عنوان پر ورکشاپ منعقد کریں، جس میں کسی ماہر تعلیم کو بطور گائیڈ مدعو کر کے سکنڈری اور ہائیر سکنڈری کی تعلیم مکمل کر چکے طلباء اور ان کے سرپرستوں کی رہنمائی کی جائے۔

قوم سے صحیح محبت یہی ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو تعلیم میں آگے بڑھائیں اور تعلیمی پسماندگی میں ہم دوچار ہیں، پوری قوم کو اس سے باہر نکالنے کی کوشش کریں، ہم ایک لائحۂ عمل مرتب کریں اور ایک محدود مدت کا پروگرام بنائیں کہ ہم اس مدت میں مکمل

طور پر ناخواندگی کو مٹا دیں گے اور ہمارے سماج کا کوئی لڑکا یا لڑکی ایسا نہ ہوگا جو تعلیم سے محروم ہو!

اللہ پاک ہمیں حالات کے تقاضوں کو سمجھنے اور انہیں ایمان و اسلام کے تحفظ کیساتھ پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

★...★...★

📌ہر ہفتہ خطاب جمعہ حاصل کرنے کے لیے درج ذیل نمبر پر اپنا نام اور پتہ ارسال کریں
8830665690

مکتب الصُفّہ : دینی تعلیمی ادارہ
مقصد : نئی نسل کے ایمان کا تحفظ
Maktabus Suffah ®
👇🔻👇🔻👇🔻👇
www.MSuffah.com
https://telegram.me/MSuffah
https://youtube.com/@msuffah

like comment save share

← پچھلا
معراج کا واقعہ اور اس کا سبق خطاب جمعہ ...

متعلقہ پوسٹس

Khitabe Jumua 28

Khitabe Jumua 29 Vote